فروری ۲۰۲۴

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

جلد: 64 شمارہ: 02

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

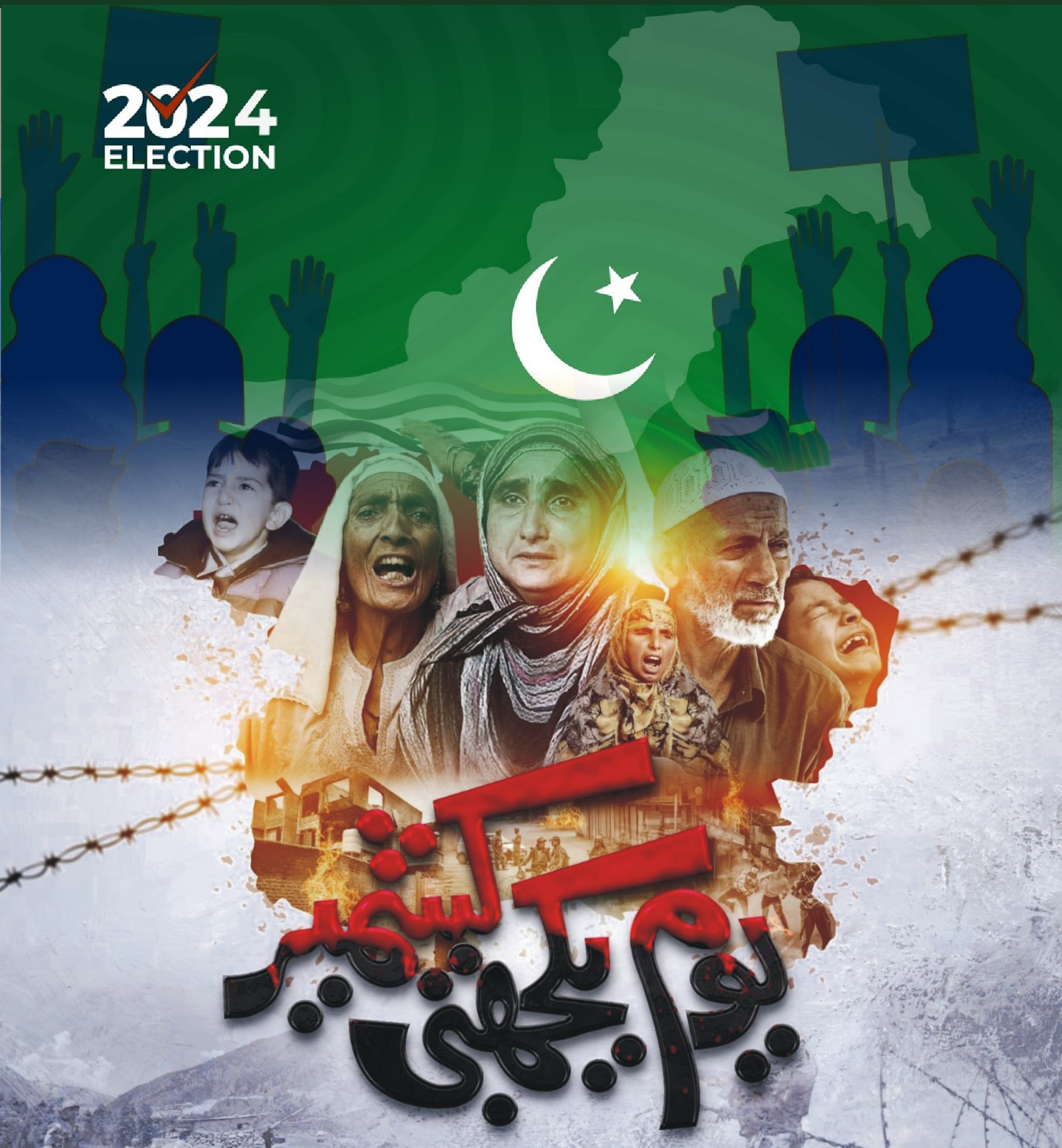

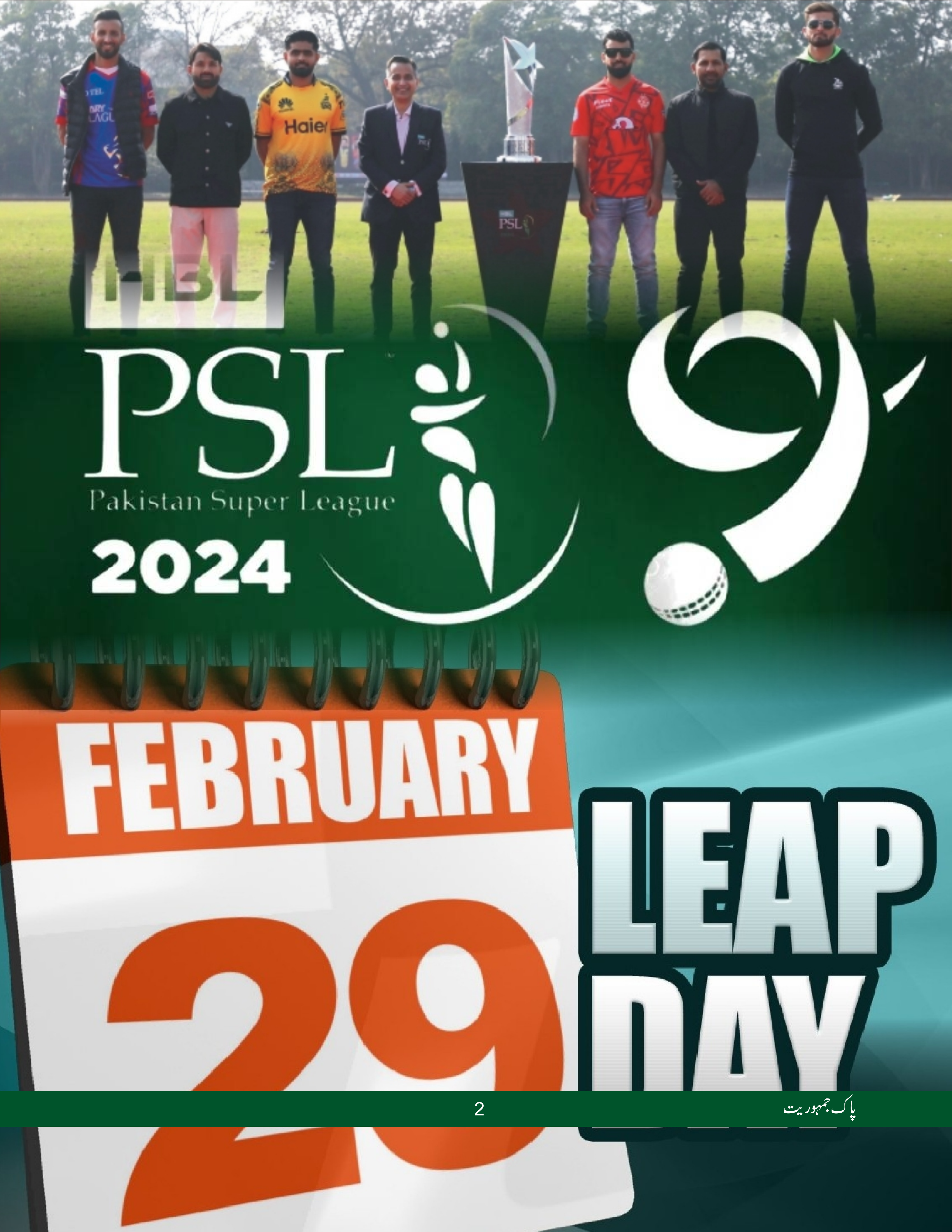
HBL
PSL
Pakistan Super League
2024
FEBRUARY
29
LEAP
DAY

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

فروری ۲۰۲۴

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

جلد:64 شمارہ:02

	اداریہ		۵
ا۔	کشمیریوں سے یکجہتی کا اظہار کیوں	سلمان غنی	۶
۲۔	الیکشن اور سیاسی صورتحال	محمد دلاور چودھری	۱۱
۳۔	PSL ایک کامیاب پاکستانی برانڈ	عالیہ رشید	۱۵
۴۔	لیپ کے سال کا فروری	ڈاکٹر عمر فاروق (آسٹرولوجر)	۱۹
۵۔	گلوبل سیٹیزن اور ہماری فضاء	بینا گوئندی	۲۴
۶۔	ریکوڈک پراجیکٹ۔ پاکستان کی ترقی وخوشحالی کو کھود نکالنے کا منصوبہ	افشین اختر	۲۹

نگران اعلیٰ: عمر آنہ وزیر
نگران: ثمینہ فرزین
مینجنگ ایڈیٹر: شبیہہ عباس
چیف ایڈیٹر: ماریہ رشید ملک
ایڈیٹر: انعم اعوان

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز،
291۔اے،ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور
انتظامیہ: 042-99333909
مدیر: 042-99333912
editor@pakjamhuriat.org

4

انتباہ

ادارے اور میگزین ''پاک جمہوریت'' کا مقصد عوام الناس کو آگاہ کرنا اور بہترین مواد مہیّا کرنا ہے۔ البتہ شمارے میں شامل تمام مضامین مصنفین کی ذاتی آراء پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ادارے یا ادارے کے کسی فرد پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اداریہ

اسلامُ علیکم

نظامِ قدرت میں جو امر نا قابل فراموش ہے اور تمام مخلوقات پر اپنے اثرات بھی بہم پہنچاتا ہے وہ یہ خاصیت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے صرف تغیر کو ثبات بخشا ہے۔تخلیق کائنات میں اور اِس جاری وساری زندگی میں یہی کھلا راز اپنی آب وتاب کے ساتھ چمکتا نظر آتا ہے۔

فروری سال کا وہ مہینہ ہے جس میں تغیر کا احساس اپنی تمام تر رعنائی کے ساتھ موسم کے ساتھ ساتھ تمام جانداران کے رویوں میں ظاہر ہوتا ہے۔فروری کو پاکستان میں بالخصوص بہار کی آمد، بسنت اور دیگر خوش کُن تہواروں سے یاد کیا جاتا ہے۔فروری کی ایک اور خوش کُن خصوصیت یہ ہے کہ اسکا تغیر بہتری کی طرف ہوتا ہے۔یہ کسی بھی کاوش کی منزل مراد اور کاوش کے سفر میں عزم کی تجدید کا مہینہ ہے۔

2024ء کا فروری ملکی سیاسی افق پر الیکشن کی صورت میں تبدیلی کی خبر لے کر آیا اِسکے ساتھ ساتھ پاکستان نے کشمیر کی جدو جہد آزادی میں کشمیریوں کے تجدید عزم کو بھی یومِ یکجہتی کشمیر کی صورت میں منایا۔فروری کے مہینے کی تہواروں کے ساتھ نسبت کو PSL کے میلے نے پورا کیا جو اب ایک کامیاب پاکستانی برانڈ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور پاکستان کے لیے باعث فخر اور باعث مسرت ہے۔ایک اور منفرد پہلو جو اِس سال کے فروری کو حاصل رہا وہ لیپ کے سال ہونے کی وجہ سے 29 فروری کے دن کا ہے۔

ماہر علم النجوم اور ماہر نظام فلکیات کہتے ہیں کہ 29 فروری کا اضافہ چار سال میں اکھٹے ہونے والے سیارگان کی سفر گردش اور اِسکی پیمائش میں درپیش قدرتی غلطی (Error) کو صفر کر دیتا ہے۔علمی پیچیدگیوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ لیپ کے سال کا فروری (جو 2024 فروری ہے) Course Correction کا مہینہ ہوتا ہے۔

ان تمام دلچسپ پہلوؤں کو پاک جمہوریت کے فروری 2024ء کے شمارے میں نامور ماہرین کے قلم کے ذریعے یکجا کیا گیا ہے۔امید ہے یہ کاوش باعث خوشی ہوگی۔

شکریہ

کشمیریوں سے یکجہتی کا اظہار کیوں

سلمان غنی

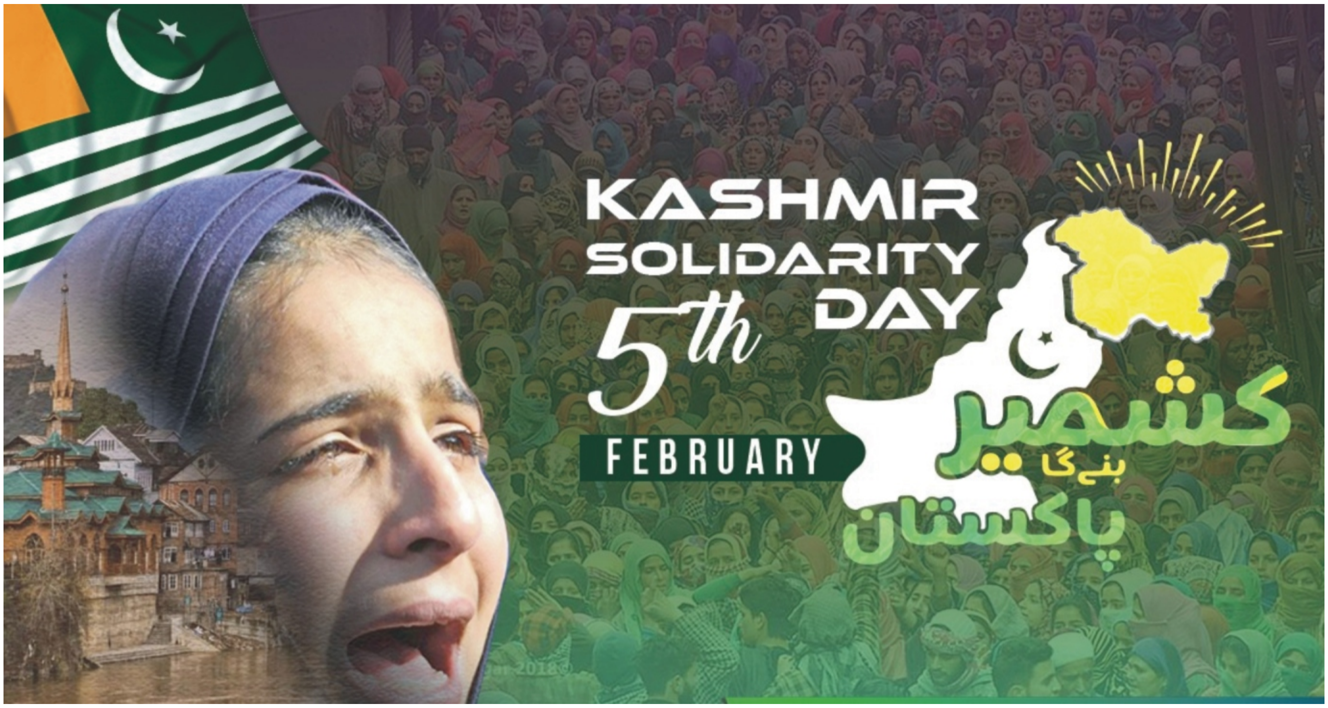

دنیا کی سیاسی تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ آزادی کی تحریکوں کو طاقت اور قوت کی بنیاد پر نہ توڑا جا سکتا ہے اور نہ ہی کچلا جا سکتا ہے اور نہ ہی آزادی کی تحریکوں کی قیادت کو دبایا جا سکتا ہے آزادی کی تحریکوں میں اتار چڑھاؤ آتے ہیں مگر یہ تحریکیں ختم نہیں ہو سکتی یہ اپنے وجود کا احساس بھی دلاتی ہیں اور اپنے جواز پر ثابت قدم رہتی ہیں۔ بلاشبہ آزادی کشمیر کی تحریک اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود پاکستان کی۔ یہ مسئلہ دراصل تقسیم ہند کے فارمولے سے مشروط تھا جس کے تحت اکثریتی آبادی کو اپنے مستقبل کے تعین کا اختیار دیا تھا کہ ایک فیصلہ کرنا تھا کہ وہ ہندوستان کے ساتھ آنا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کریں گے۔ لیکن تقسیم ہند کے طے شدہ ایجنڈے کے تحت اس کا فیصلہ کرنے کی بجائے ہندوستان نے یہاں اپنا غاصبانہ قبضہ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تو کشمیریوں کے اندر شدید ردعمل ظاہر ہوا وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ حق خودارادیت کے تحت کرنا چاہتے تھے۔ اور حق خودارادیت کا یہ اختیار انہیں اقوام متحدہ نے دیا تھا اور اقوام متحدہ سے رجوع بھی خود بھارتی لیڈرشپ جواہر لال نہرو

کے اقوام متحدہ سے رجوع پر ہوا تھا۔اقوام متحدہ نے اپنی قراردادوں کے ذریعے یہ اختیار کشمیریوں کو دیا تھا کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے لیکن بھارت نے قراردادوں پر عمل درآمد کی بجائے الٹا کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ قرار دینا شروع کیا تو کشمیریوں نے اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے یہ تحریک 1947 سے شروع ہوئی اور آج تک یہ بھارت پر اپنے دباؤ برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ہندوستان نے ڈوگرہ مہاراجہ اور برطانوی سامراج کے گٹھ جوڑ اور تعاون سے ریاست کے بڑے حصے پر قبضہ کیا اور استصواب رائے کا وعدہ کر کے جنگ بندی تو کروالی گئی مگر آج تک ریاست کے شہریوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے حق سے محروم رکھا۔ایک وقت تک تو کشمیری اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد کے حوالے سے تو خاموش رہے۔ جب اسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ بھارت اس حوالے سے ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار ہے اور ریاست کشمیر پر اپنا تسلط قائم رکھنے پر مصر ہے تو پھر کشمیری عملاً میدان عمل میں آ گئے اور انہوں نے اپنی آزادی کے لیے عملاً جدوجہد شروع کی اور ان کی جدوجہد کا سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا گیا اور ان کی آزادی کی تحریک موثر اور مضبوط ہوتی گئی۔ جہاں تک اس حوالے سے پاکستان کے کردار کا سوال ہے تو پاکستان کے لیے مسئلہ کشمیر کو کور حیثیت حاصل رہی اور قیام پاکستان کے بعد اب تک پاکستان کشمیر پر اپنے اصولی موقف پر کاربند ہے۔ دنیا کے ہر اعلی سطحی فورم پر کشمیر کی آزادی اور ان کے لیے حق خودارادیت کی آواز اٹھاتا رہا۔

کشمیر کے مستقبل کا مسئلہ دراصل خود پاکستان اور اہل پاکستان کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔

اور کشمیر کی اہمیت اور حیثیت کا اعتراف خود بانی پاکستان حضرت قائداعظم کے اس بیان سے واضح ہے کہ جس میں انہوں نے کہا تھا۔

’ایک قوم کے لیے اس سے بڑھ کر غفلت کیا ہوگی کہ اس کی شہ رگ پر دشمن کا قبضہ ہو اور اسے چین کی نیند آتی ہو۔‘

اور ویسے بھی دیکھا جائے تو پاکستان کی حیثیت اس مسئلہ میں بنیادی فریق کی ہے اور اصولی اعتبار سے تو کشمیر پاکستان سے جڑا ہے لیکن قانونی طور پر پاکستان اور کشمیر کے درمیان تعلق 1947 سے واضح تھا۔ آزادی کے حصول کے ساتھ 14 اگست کو یہ ریاست جموں وکشمیر اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے تمام امور مواصلات ڈاک وغیرہ جو پہلے برطانیہ کے ذریعے انجام پاتے تھے اس معاہدے کے بعد پاکستان نے انجام دینا شروع کیے اور اس طرح 14 اگست 1947 کو جس طرح پاکستان کی سرکاری عمارتوں میں پاکستانی پرچم لہرائے گئے اسی طرح کشمیر کی عمارتوں پر پاکستان کے پرچم لہرائے گئے۔

پاکستان اور بھارت کے افواج میں سرزمین کشمیر پر جنگ بھی ہوئی اور بالاخر اقوام متحدہ نے استصواب رائے کے وعدے پر جنگ بندی کرائی اور مذکورہ صورتحال کی بنیاد پر اگر مسئلہ کشمیر کو دیکھا جائے تو اس میں پاکستان اور بھارت کے ساتھ کشمیری براہ راست اس مسئلہ کے فریق تھے اور یہ ریاست جموں وکشمیر کے عوام ہی تھے جنہوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا تھا۔اس طرح یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ پاکستان اور بھارت کے درمیان سرحدی تنازع نہیں اور نہ ہی یہ کشمیریوں کی حکومت کا مسئلہ ہے یہ مسئلہ دراصل جموں وکشمیر کی عوام کے مستقبل کا ہے جسے

اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں وہاں کے عوام کو اپنی مرضی اور استصواب رائے کے ذریعے حل کرنا ہے۔ یہ ان کا حق تھا اور ہے کہ وہ طے کریں کہ ان کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہو یا ہندوستان کے ساتھ۔ اور یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جو کشمیریوں کی جدوجہد کی بنیاد ہے جہاں تک کشمیریوں کی جدوجہد اور پاکستان کے اندر منائے جانے والے ''یومِ یکجہتی کشمیر'' کا سوال ہے تو تاریخ یہی ہے کہ کشمیریوں نے اپنی آزادی پر کبھی کمپرومائز نہیں کیا اور کوئی دن کشمیر میں ایسا نہیں جاتا کہ وہاں آزادی اور خصوصاً کشمیر بنے گا پاکستان کے نعرے نہ لگیں اور بھارت کی جانب سے ان آوازوں کو دبانے اور اس تحریک کو کچلنے کے لیے طاقت کا استعمال نہ کیا جاتا ہو البتہ پاکستان اور پاکستانیوں کے کردار کی بات تو پاکستان کی کوئی حکومت ایسی نہیں رہی جس نے کشمیر جیسے اہم اور حساس ایشوز پر کمپرومائز کیا ہو بلکہ بعض سیاست دان تو ایسے بھی رہے کہ جنھوں نے اپنی عوامی مقبولیت کے لیے کشمیر بنے گا پاکستان کے سلوگن کا استعمال کیا۔ قیام پاکستان کے بعد سے جہاں کشمیر کاز کے لیے کشمیریوں نے سیاسی جدوجہد کی وہاں اس مسئلے کو اجاگر کرنے کے لیے قربانیوں کی تاریخ رقم کی گئی۔

جہاں تک پاکستانی عوام کا سوال ہے تو عوامی اور سیاسی سطح پر کشمیر کی آزادی کے لیے جدوجہد اور کشمیریوں سے یکجہتی کے اظہار کے طور پر پانچ فروری 1990 کا دن اہم ہے پانچ فروری کو یوم یکجہتی کشمیر بنانے کا اعلان تو اس وقت کی جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے کیا چونکہ اس وقت پاکستان میں وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور پنجاب میں وزارت اعلی نواز شریف کے پاس تھی جو اس وقت اسلامی جمہوری اتحاد کے صدر بھی تھے۔ اور قوم جماعت اسلامی اور اسلامی جمہوری اتحاد کا حصہ تھی لہذا جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد کی تجویز اور تحریک پر پہلے

اُس وقت کے وزیراعلی پنجاب نواز شریف اور پھر وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے یوم یکجہتی کشمیر کی حمایت کا اعلان کیا۔اور کراچی سے خیبر تک، کشمیر بنے گا پاکستان اور کشمیر کی آزادی تک جنگ جاری رہے گی کہ نعرے گھر گھر گونجتے رہے اور اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد کشمیر پاکستان کے لیے کور ایشو تو ہے مگر پاکستان کے عوام کے ہر سال پانچ فروری کو کشمیریوں کی کہ جدوجہد آزادی سے بھرپور انداز میں یکجہتی کا اظہار اس امر کا ثبوت ہے کہ پاکستانی خود کو کشمیر اور کشمیریوں سے الگ تھلگ نہیں سمجھتے۔اور ان کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں اور یوم یکجہتی کشمیر اس بات کی علامت ہے کہ کشمیر اور پاکستان دو الگ الگ دو ریاستیں نہیں بلکہ ایک دوسرے کا حصہ ہے۔اور پاکستان کے لیے کشمیر کا مسئلہ ایک اصولی مسئلہ ہے اس مسئلے سے سوا کروڑ سے زائد کشمیری مسلمانوں کا مستقبل وابستہ ہے۔

کشمیری بھائیوں کو پس پشت ڈال کر بھارت سے تعلقات بحال کرنا پاکستان کے لیے موضوع نہیں۔ پاکستان کے کسی بھی حکومت کے لیے یہ مناسب نہیں کہ کشمیر کی ریاست کو بے سہارا چھوڑ کر ان قاتلوں سے دوستی کی پینگیں بڑھائیں جو مقبوضہ وادی میں قیامت صغری برپا کیے ہوئے ہیں لیکن اس حوالے سے کشمیریوں کی جدوجہد اور ان کی اس عزم کو سراہنا ضروری ہے کہ بھارتی لیڈر شپ نریندر مودی کی جانب سے کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ قرار دیے جانے کے بڑے اعلان کے بعد کشمیریوں کی جدوجہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے قربانیوں کی تاریخ رقم کر کے بھارت اس کی سرکار اور اس کی افواج کا انگ انگ توڑ کر رکھ دیا ہے اور 5 اگست 2019 کو کشمیر کی خصوصی سٹیٹس کے خاتمے اور یہاں 10 لاکھ

کی افواج مسلط کیے جانے کے باوجود آج اسی کشمیر کے اندر کشمیریوں کی جدوجہد نہ صرف زندہ ہے بلکہ دنیا بھر کے کشمیری کشمیر کے حوالے سے اپنی جدوجہد پر کاربند نظر آتے ہیں اور مشکل حالات کے باوجود یہ اعزاز پاکستان کو جاتا ہے کہ اس نے تمام تر دباؤ کے باوجود کشمیر پر اپنے اصولی موقف سے کبھی پسپائی اختیار نہیں کی۔اور دنیا کے ہر پلیٹ فارم پر باور کرایا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیر کی عوام کی مرضی ومنشا سے ہونا ہے۔ اور مسئلہ کشمیر کی پائیدار اور منصفانہ حل سے ہی جنوبی ایشیا میں امن واستحکام کی گارنٹی دی جاسکتی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا کہ کشمیر جنوبی ایشیا کا ''نیوکلیئر فلیش پوائنٹ'' ہے اور اس حوالے سے یہ عالمی برادری اور اقوام متحدہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کشمیر پر اپنی قراردادوں پر عمل درآمد کرائے۔اگر سوڈان مشرقی تیمور میں اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد ہوسکتا ہے تو پھر کشمیر اور فلسطین کی قراردادوں پر کیوں نہیں اور جب تک کشمیر اور فلسطین کی قراردادوں پر عمل درآمد نہ ہوگا عالمی امن کو یقینی نہیں بنایا جاسکتا۔اور اس مرتبہ بھی پانچ فروری کو یوم یکجہتی کشمیر کے حوالے سے عوامی سیاسی اور حکومتی اجتماعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر کاز پر قومی اتفاق رائے ہے اور پاکستان کشمیر کاز کے حوالے سے عظیم جدوجہد کی تقویت کا باعث بنتا ہے۔لیکن اس کے لیے زیادہ ضروری ہے کہ عالمی سطح پر پوری تیاری کے ساتھ ایک بھرپور سفارتکاری مہم شروع کی جائے جس میں کشمیر کاز کی اہمیت سے آگاہی کے ساتھ مقبوضہ وادی میں بھارت کی جانب سے کی جانے والی انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزیوں پر اس کا مکروہ شرمناک چہرہ دنیا کو دکھایا جائے اور جنجھوڑا جائے کہ کیا کشمیریوں کے خون کا رنگ سرخ نہیں کیا وہ گوشت پوشت کے انسان نہیں اور اگر دنیا کو انسانیت اور انسانی حقوق کے حوالے سے یہ احساس ہے تو پھر کشمیر جیسے سلگتے ایشو سے صرف نظر کیوں برت رہی ہے۔

عالمی طاقتوں نے مقبوضہ وادی کشمیر کے صورتحال پر خاطر خواں ردعمل ظاہر نہیں کیا۔آج ضرورت عالمی ضمیر کو بیدار کرنے کی ہے اور پانچ فروری یوم یکجہتی کشمیر کا بڑا تقاضہ بھی یہی ہے کہ دنیا کو بتایا جائے یا سمجھا دیا جائے کہ علاقائی صورتحال میں سب سے بڑا مسئلہ کشمیر ہے۔اور مسئلہ کشمیر کے پائیدار اور منصفانہ حل تک نہ علاقائی امن قائم ہوسکتا ہے اور نہ یہاں استحکام قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی دو نیوکلیئر پاور پاکستان اور ہندوستان کے درمیان اچھے تعلقات قائم ہوسکتے ہیں۔اور تاریخ کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ کسی قوم کو محظ جبر اور قوت کے ذریعے محکوم نہیں رکھا جاسکتا جو قوم اپنی آزادی کے لیے جان کی قربانی دینے کو تیار کھڑی ہو اسے غلام نہیں بنایا جاسکتا۔کشمیر کی عوام نے بھارت کے تسلط سے نجات کے جس راستے کا انتخاب کیا ہے اس کا منطقی انجام آزادی کی منزل ہے اور بھارت اس حوالے سے جس قدر جلد اپنی ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر حقیقت پسندانا طرز عمل اختیار کر لے یہ اس کے اپنے حق میں بھی بہتر ہے اور اس خطے کے امن واستحکام کے لیے بھی ضروری ہے اور خود کشمیریوں کے لیے بھی اس لیے ضروری ہے کہ کشمیری ہر قیمت میں غلامی کا طوق اپنے سر سے اتارنے کا عزم کر چکے ہیں اور کیے رکھنے کو تیار ہیں۔

الیکشن اور سیاسی صورتحال

محمد دلاور چودھری

کافی دیر بے یقینی کی دھند میں لپٹے الیکشن بالآخر یقین کی حدود میں داخل ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ سیاسی جماعتیں آہستہ آہستہ اپنی انتخابی مہم بڑھا رہی ہیں اور آزاد امیدوار بھی جن میں ایک مقبول جماعت پی ٹی آئی کے امیدوار بھی شامل ہیں وہ بھی انتخابی مہم تیز کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔

اس انتخابی عمل میں پی ٹی آئی ایک پارٹی کے طور پر شامل نہیں ہو سکی اور اس کا مخصوص انتخابی نشان ''بلا'' بھی اس کے پاس نہیں۔ وہ مخصوص نشستیں بھی کھو چکی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود وہ ایک بہت اہم جماعت کے طور پر شمار ہو رہی ہے اور سیاسی صورتحال کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انتخابات کے بعد اس کے بڑی تعداد میں منتخب ہونے والے آزاد امیدوار حکومت سازی کے حوالے سے بہت اہم کردار ادا کرینگے۔

پی ٹی آئی کے ایک سیاسی جماعت کے طور پر انتخابات میں شامل نہ ہو سکنے کے بعد اب عملی طور پر دو بڑی سیاسی جماعتیں ہی میدان میں رہ گئی ہیں یعنی مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی، یہ دونوں سیاسی جماعتیں ابھی کچھ ہی عرصہ قبل 16 ماہ کی ایک حکومت میں ایک دوسرے کی اتحادی رہ چکی ہیں۔ تاہم اب ان کی انتخابی مہم سے اور ایک دوسرے پر پے در پے سیاسی واروں سے ایسا لگتا ہے جیسے اتحادی تو کیا یہ کہیں ایک دوسرے کے پاس سے گزریں بھی نہیں۔ مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف اپنی خود ساختہ جلاوطنی کے بعد پاکستان آ کر اپنے بھائی اور بالخصوص اپنی بیٹی کے ساتھ مل کر انتخابی مہم میں مصروف ہیں اور تقریباً ہر جلسہ میں یہ گلہ کرتے دکھائی دیتے ہیں ان کا مؤقف ہے کہ ملک ایک مثالی، سیاسی اور معاشی ڈگر پر چل رہا تھا، ہر طرف خیر ہی خیر تھی، بہت جلد ہم ''ایشین ٹائیگر'' بننے والے تھے کہ اچانک سیاسی ماحول نے رُخ بدلا اور انہیں اقتدار سے نکال باہر کر کے ملک کے لئے بہت بُرے مسائل پیدا کر دیئے گئے۔ اقتصادی ترقی رُک گئی بلکہ منفی سمت میں چلی گئی۔ ''ووٹ کو عزت دو'' کا معاملہ لٹک گیا، مضبوط ہوتی ہوئی جمہوری روایات پھر سے ڈانواں ڈول ہوگئیں اور ہر طرف فکر، پریشانی، بے یقینی اور مایوسی کے جھکڑ چلنے لگے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ انہیں منتخب کیا گیا تو وہ ملک کو دوبارہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیں گے، اچھا وقت واپس لائیں گے۔ دوسری طرف آصف زرداری اور محترمہ بینظیر بھٹو کے چشم و چراغ ہیں جو پی ڈی ایم پلس پی پی کی 16 ماہ کی حکومت میں وزیر خارجہ تھے۔ ان کا مؤقف ہے کہ نواز شریف تین بار ناکام ہوئے اور اب چوتھی بار وزیر اعظم بننا چاہتے ہیں۔ بلاول بھٹو زرداری یہ اعلان کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ وہ نواز شریف کا راستہ روکیں گے اور انہیں کسی صورت چوتھی بار وزیر اعظم نہیں بننے دیں گے اور ساتھ ساتھ وہ یہ اپیل کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں کہ ''چوتھی سوچ کو اور نوجوانوں کو اپنائیں، پرانے سیاستدانوں کے پاس قوم کو دینے کیلئے کچھ بھی نہیں۔'' یہ ساری باتیں کرتے ہوئے وہ اس حقیقت کو

فراموش کردیتے ہیں کہ ان کے والد بھی ایک پرانے سیاستدان ہیں جو ایک انٹرویو میں واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ ''بلاول ابھی ناتجربہ کار ہیں'' موجودہ سیاسی صورتحال میں میدان عمل میں موجود کسی بھی سیاسی جماعت کو واضح یا سادہ اکثریت ملتی دکھائی نہیں دے رہی۔ مسلم لیگ (ن) نے اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے بہت سے انتخابی اتحاد بھی بنائے ہیں اور جن حلقوں اور علاقوں میں اس کی سیاسی قوت کم ہے وہاں اتحادیوں کے ساتھ سیٹ ایڈجسٹمنٹ بھی کی ہے اور بدلے میں اپنے مضبوط حلقے بھی چھوڑے ہیں۔ مثال کے طور پر جنوبی پنجاب میں مسلم لیگ (ن) نے اپنی نسبتاً کمزور سیاسی صورتحال کو دیکھتے ہوئے استحکام پاکستان پارٹی کے ساتھ انتخابی اتحاد بنایا ہے اور بدلے میں اسے لاہور میں کچھ سیٹیں دیدی ہیں۔ اس طرح مسلم لیگ (ن) نے سندھ میں بھی اہم سیاسی اتحاد بنائے ہیں جن میں کراچی میں متحدہ قومی موومنٹ کے ساتھ ان کا اتحاد اور اندرون سندھ جی ڈی اے کے ساتھ اس کا انتخابی اتحاد یقیناً اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا اور کسی قدر پی پی پی کو پریشان کریگا۔ اس طرح بلوچستان میں ماضی کی حکمران جماعت بلوچستان عوامی پارٹی کے بہت اہم رہنما پہلے ہی مسلم لیگ (ن) میں شامل ہو چکے ہیں جو انہیں بلوچستان میں خاطر خواہ نشستیں دلانے میں اہم کردار ادا کرینگے۔ کے پی کے میں البتہ مسلم لیگ (ن) اور مولانا فضل الرحمٰن کی جے یو آئی (ف) میں بات نہیں بن سکی۔ لیکن کچھ معاملات انتخابات کے بعد کیلئے بھی چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ پچھلے کچھ عرصہ میں گزرنے والے واقعات، سیاسی اتحاد پی ڈی ایم کا بننا، پیپلز پارٹی کا اس سے نکل جانا لیکن مسلم لیگ (ن) اور جے یو آئی (ف) کا مولانا فضل الرحمٰن کی سربراہی میں اس کا حصہ رہنا اس بات کی عکاسی ہے کہ یہ آئندہ بھی اتحادی ہی ہونگے؟ مرکز اور کے پی کے میں مل کر چلیں گے کیونکہ یہ مل کر چلنا ان کی سیاسی ضرورت بھی ہوگا اور مجبوری بھی۔ اب دوسری جانب پی پی پی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ وہ بھی ایک بہت اہم حکمت عملی کے تحت آگے بڑھ رہے ہیں۔ مسلم لیگ

(ن) کی جانب سے سندھ اور جنوبی پنجاب میں پی پی پی کے مقابلے میں اتحادی کھڑے کرنے کے بعد پیپلز پارٹی نے مسلم لیگ (ن) کے اہم علاقے یعنی سنٹرل پنجاب کا رُخ کیا ہے۔ بلاول نے جارحانہ سیاست کرتے ہوئے سنٹرل پنجاب میں بہت سے جلسے کیئے اور مسلم لیگ (ن) کے قائد جن کو براہ راست للکارا۔ بلاول بھٹو زرداری نے ایک دلیرانہ سیاسی قدم اُٹھاتے ہوئے لاہور سے بھی قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا اور وہاں بھی زور وشور سے انتخابی مہم شروع کردی۔ یقیناً یہ سب کچھ مسلم لیگ (ن) کیلئے مشکلات پیدا کریگا۔ اگرچہ پیپلز پارٹی سنٹرل پنجاب میں بہت زیادہ کامیاب ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ تاہم وہ سیاسی طور پر کافی کچھ حاصل کر لینے کی پوزیشن میں بحرحال آرہی ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ پی ٹی آئی ووٹرز کی تعداد بھی مسلم لیگ (ن) کے خلاف پیپلز پارٹی کی طرف مائل ہوجائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ انتخابات کے بعد پیپلز پارٹی بہت سے آزاد امیدواروں کو اپنی طرف مائل کرلے جس کا اشارہ بلاول بھٹو زرداری دے بھی چکے ہیں۔ بہرحال حالات جو بھی ہوں قرائین بتارہے ہیں کہ موجودہ انتخابات میں کسی ایک جماعت کو سادہ اکثریت ملنا مشکل ہوگا اور حکومت بنانے کیلئے پارلیمنٹ کی سب سے بڑی پارٹی کو دوسری جماعتوں کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ صورتحال کو دیکھتے ہوئے سیاسی جماعتیں بھی دوتہائی اکثریت حاصل کرنے کے بڑے بڑے دعوے اس بار نہیں کر رہیں بلکہ ان کی خواہش سادہ اکثریت تک ہی محدود ہیں جو بقول خود ان کے ہنگ (معلق) پارلیمنٹ کی طرف اشارہ ہے۔ اس صورتحال سے بہتری کا پہلو نکالا جاسکتا ہے اور نکل بھی آتا ہے۔ اس وقت ملک کو بھی ایک سیاسی اتحادی حکومت کی اشد ضرورت ہے۔ ملک میں سیاسی اور بالخصوص معاشی صورتحال کا تقاضا ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں مل کر چلیں، ملکی حکومت بنائیں، ایک معاشی ایجنڈا دیں تاکہ پاکستان معیشت کے گرداب سے نکل سکے۔ پھر سے سر اُٹھاتی دہشت گردی پر قابو پاسکے اور یہ حقیقی معنوں میں آگے بڑھ سکے۔

PSLایک کامیاب پاکستانی برانڈ

عالیہ رشید

2012 میں پی ایس ایل ایک خواب تھا جسے تعبیر2016 میں چار سال بعد ملی پی ایس ایل صرف ٹی ٹوئنٹی کرکٹ نہیں ہے پی ایس ایل جذبوں کا طوفان، مقابلے کی شدت، جیت کی سرشاری اور شکست کا ماتم بھی ہے یہاں رنگ ہے،موسیقی ہے،رقص ہے اور تماشائی بھی جو ہر لمحہ کو پر جوش بناتے ہیں ہر شارٹ پر داد دیتے ہیں ہر وکٹیں گرتے ہی دل تھام لیتے ہیں آج سپر لیگ کامیابی کا سفر طے کرتے ہوئے نویں سال میں داخل ہوچکی ہے لیکن یہ سب کچھ ایک دن میں نہیں ہو۔خواب سے خیال تک کے سفر میں بے پناہ عذاب بھی آئے مگر وہ کہتے ہیں نا ”اے جذبہ دل گر میں چاہوں، ہر چیز مقابل آجائے“ تو پی ایس ایل کی کہانی بھی ایسی ہی ہے آج فرنچائز کرکٹ دنیا میں پاکستان سپر لیگ ایسے برانڈ کی شکل اختیار کرچکی ہے جس نے سب کو خاندان کی طرح جوڑ رکھا ہے آیئے ذرا پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں۔2015 میں پاکستان سپر لیگ کے آفیشل لوگو کی رونمائی ہوئی اور لیگ کے انعقاد کا اعلان ہوا۔ پانچ فرنچائز اسلام آباد یونائٹڈ، لاہور قلندر کوئٹہ گلیڈی ایٹرز، پشاور زلمی اور کراچی کنگز نے ٹیموں کی ملکیت حاصل کی ۔ بعد میں چھٹی ٹیم کے طور پر ملتان سلطان بھی اس لیگ کا حصہ بنی کھلاڑیوں کے انتخاب کے لیے ڈرافٹ کا

طریقہ اختیار کیا گیا۔ یہ دلچسپ طریقہ کار آج بھی کامیابی سے جاری ہے جس میں شائقین کو بے صبری سے اس بات کا انتظار رہتا ہے کہ ان کے من پسند کھلاڑی کس کس ٹیم میں شامل ہونگے ؟۔ پاکستان سپر لیگ کا یہ سفر سپانسرز اور براڈ کاسٹرز کے بغیر ممکن نہیں۔ پاکستان سپر لیگ کو ابتدا ہی سے حبیب بینک کی شکل میں ٹائٹل سپانسر ملا یہ لیگ ایچ بی ایل پی ایس ایل کے نام سے پہچانی جانے لگی۔ پاکستان کرکٹ بورڈ اور ایچ بی ایل کی یہ رفاقت اول دن سے آج تک قائم ہے بین الاقوامی معیار کی کوریج کے لیے جدید ٹیکنالوجی اور بہترین وسائل کا استعمال بہت ضروری ہوتا

ہے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے کوالٹی کے معاملے پر کبھی کمپرومائز نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ پاکستان سپر لیگ کو کوریج کے پوائنٹ آف ویو سے ایک مثالی لیگ سمجھا جاتا ہے ایچ بی ایل پی ایس ایل کے مقبولیت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا گیا ہے ہر سال کی ویورشپ بڑھتی رہی ہے دنیا کے کونے کونے میں ایک بہت بڑی تعداد اس لیگ کو دیکھ رہی ہے اور اس سے لطف اندوز ہو رہی ہے۔ اب آتے ہیں پی ایس ایل کے اس سفر کی طرف جس میں دلچسپ مقابلے بھی ہیں اور جیت ہار کے بھرپور احساسات وجذبات بھی۔ 2016 میں پاکستان سپر لیگ کا پہلا ایڈیشن کھیلا گیا جس میں پانچ فرنچائز ٹیموں نے حصہ لیا۔ یہ وہ دور تھا جب پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ نہیں ہو رہی تھی لہذا پی ایس ایل کے لیے متحدہ عرب امارات کا انتخاب کیا گیا اور تمام میچز دبئی اور شارجہ میں کھیلے گئے۔ پاکستان سپر لیگ کا پہلا ایڈیشن اسلام آباد یونائٹڈ نے جیتا اس نے فائنل میں کوئٹہ گلیڈی ایٹرز کو چھ وکٹوں سے شکست دی۔ 2017 میں پی ایس ایل ایک بار پھر یو اے ای سے شروع ہوئی لیکن پاکستان کرکٹ بورڈ نے فائنل پاکستان میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور قذافی اسٹیڈیم میں پشاور زلمی، کوئٹہ گلیڈی ایٹرز کو ہرا کر چیمپئن بنی۔ پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ کو

واپس لانے کے سلسلے میں یہ ایک اہم قدم تھا جس کے بعد انٹرنیشنل 11 بھی پاکستان آئی اور دنیا کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ پاکستان انٹرنیشنل کرکٹ کے لیے محفوظ ملک ہے۔ پی ایس ایل کے پاکستان میں آنے کا سبھی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے اور جب یہ میلہ پاکستان کے میدان میں سجنا شروع ہوا تو شائقین کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ 2018 میں پی ایس ایل کے لیگ میچز دبئی اور شارجہ میں ہوئے جبکہ ایلیمینیٹر ز اور فائنل پاکستان میں کھیلا گیا۔ کراچی میں کھیلے گئے فائنل میں اسلام آباد یونائٹڈ، پشاور زلمی کو ہرا کر دوسری مرتبہ چیمپین بنی۔ 2019 میں شائقین نے ایک نئی ٹیم کو چیمپئن بنتے دیکھا۔ یہ کوئٹہ گلیڈی ایٹرز تھی جس نے فائنل میں پشاور زلمی کو آٹھ وکٹوں سے شکست دی۔ اس پی ایس ایل کے میچز بھی متحدہ عرب امارات اور پاکستان میں کھیلے گئے۔ 2020 کی پی ایس ایل کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ تھی کہ پاکستان کرکٹ بورڈ نے مکمل طور پر اس لیگ کا انعقاد پاکستان میں کیا۔ کووڈ کی وجہ سے فائنل سمیت چار میچز ملتوی کیے گئے تھے جو بعد میں کھیلے گئے۔ اس مرتبہ فاتح بننے کی باری کراچی کنگز کی تھی جس نے فائنل میں لاہور قلندرز کو پانچ وکٹوں سے شکست دی۔ 2021 میں کووڈ کی وجہ سے دنیا بھر کے لیے ایک مشکل سال تھا لیکن پاکستان کرکٹ بورڈ نے اس مشکل صورتحال میں بھی پی ایس ایل کے انعقاد کو ممکن بنانے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مارچ میں

پی ایس ایل کے میچز پاکستان میں ہوئے اور پھر جون میں اسے ابوظہبی کے بائیو سکیور ببل میں کامیابی کے ساتھ مکمل کیا گیا۔ ملتان سلطانز کی ٹیم پہلی بار پی ایس ایل کی فاتح بنی فائنل میں اس نے پشاور زلمی کو 47 رنز سے شکست دی۔ لاہور قلندر جسے ہر سال پی ایس ایل کی کمزور ٹیم کے طور پر دیکھا جاتا تھا آخری دو سیزن میں فاتح بن کر سامنے آئی۔ 2022 کے فائنل میں اس نے ملتان سلطان کے خلاف کامیابی حاصل کی اور پھر 2023 میں بھی اس نے ملتان سلطان ہی کے خلاف انتہائی سنسنی خیز مقابلے کے بعد صرف ایک رن سے بازی اپنے نام کر لی اور اپنے ٹائٹل کا دفاع کرنے والی پہلی ٹیم بن گئی۔ صرف یہی ایک فائنل نہیں بلکہ اس پی ایس ایل میں متعدد ایسے میچز ہیں جنھوں نے شائقین کے دلوں کی

دھڑکنیں تیز اور سانسیں بے ترتیب کی ہیں۔ یہ وہ دلچسپ سنسنی خیز میچز ہیں جن میں فیصلہ یا تو آخری گیند پر ایک رن کی ڈرامائی جیت سے ہوا ہے یا پھر ایک وکٹ کی کامیابی ٹیموں کا مقدر ٹھہری۔ ایچ بی ایل پی ایس ایل کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ بین الاقوامی معیار کی بولنگ کے اعتبار سے سب سے بہترین لیگ ہے۔ وہاب ریاض، شاہین آفریدی، حسن علی، فہیم اشرف، عمر گل، اور اسی طرح فخر زمان اور حارث روف کو پی ایس ایل سے ہی شناخت ملی۔ پی ایس ایل نے کھیل کو موسیقی سے بھی اس طرح ہم آہنگ کیا ہے کہ ہر سال اس کے آفیشل نغمے کا بھی سب کو انتظار رہتا ہے۔ علی ظفر سے لے کر فارس شفیع شائی گل اور عاصم اظہر تک سبھی کے گائے ہوئے نغمے جب اسٹیڈیم میں گونجتے ہیں تو سننے والوں کے جوش وخروش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پی ایس ایل نے ایک اور روایت ''ہمارے ہیروز ایوارڈز'' کے ذریعے قائم کی ہے جس میں کھیل کے ساتھ ساتھ دیگر شعبوں میں بھی غیر معمولی کارکردگی کے حامل افراد کو ایوارڈز دیے جا رہے ہیں۔ پاکستان سپر لیگ نے دنیا کی دیگر فرنچائز لیگز کے سامنے خود کو ایک بہترین لیگ ثابت کیا ہے۔ سپانسر شپ ایڈورٹائزمنٹ ٹکٹوں کی فروخت اور مرچنڈائز کی وجہ سے آمدنی کے ذرائع پیدا ہوئے ہیں جس کا براہ راست فائدہ کرکٹرز اور تمام اسٹیک ہولڈرز کو ہوتا ہے۔ پاکستان سپر لیگ کا نواں ایڈیشن اپنی پوری آب و تاب سے شروع ہوا چاہتا ہے۔

لیپ کے سال کا فروری

ڈاکٹر عمر فاروق (آسٹرولوجر)

علم نجوم بنیادی طور پر اس بات کی کھوج ہے کہ زمین کی حرکت آسمان کے مختلف حصوں کے سامنے کیا ہے یہ ایک سائنسی علم ہے جس کی مدد سے ستاروں کی چال پر تحقیق کی جاتی ہے۔اور انسانوں کی انفرادی زندگی پر اور گردو پیش میں اس کی وجہ سے آنے والے سعد اور نحس اثرات پر بحث کی جاتی ہے۔مزید یہ کہ یہ علم تمام سیارگان کے مشاہدے پر بھی منحصر ہے جو آسمان میں اپنے اپنے مدار پر حرکت کر رہے ہیں۔

علم نجوم اور علم الغیب کہ ہم معنی سمجھ کر اسے عام طور پر غیر اسلامی تصور کیا جاتا ہے جو قطعاً غیر مناسب عمل ہے۔علم نجوم اپنی ہیت میں خالصتاً ایک سائنسی علم ہے بلکہ بنیادی طور پر یہ علم مسلمانوں کا علم بھی ہے کیونکہ قرآن پاک میں متعدد آیات میں اس علم کا ذکر موجود ہے۔

قرآن پاک میں سورۃ النحل کی آیت نمبر 16 کا ترجمہ و مفہوم کچھ ایسے بیان ہوتا ہے۔

'اور اسی نے تمھارے لیے رات اور دن اور سورج کو کام میں لگایا۔اور اسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں۔سمجھنے والوں کے لیے اس میں (قدرتِ خدا کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔' سورۃ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے ان درجات کا ذکر فرمایا ہے کہ''ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کی ہیں وہ ان میں سے گزرتا جاتا ہے اور گھٹتا جاتا ہے حتیٰ کہ کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ کی مانند ہو جاتا ہے''۔اِس آیت سے منازل

قمر (جو کہ بروج کے اندر ہیں) کا ظہور ہوتا ہے۔

علم الجبراء کے قواعد کے مطابق ایک دائرے میں 360 درجات ہوتے ہیں۔علم نجوم کی بنیاد دائرے کے 360 درجات پر رکھی گئی ہے۔ان درجات کے سامنے سے زمین گزرتی ہے جس سے صبح، دوپہر، شام اور رات کے وقت کا ظہور ہوتا ہے۔اور مزید یہ کہ سورج کا طلوع اور غروب کا وقت بھی یہی سے معلوم کیا جاتا ہے۔

عام فہم میں جس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان کو 360 درجات میں تقسیم کیا جاتا ہے ان 360 درجات کو مزید تقسیم کر کے ہر حصے کا نام ایک برج کے نام سے رکھ دیا گیا ہے۔زیر نظر تصویر آسمان کی اس تقسیم کو سمجھنے میں مدد دے گی۔

ان درجات میں سورج، چاند اور ستارے اپنے اپنے مدار میں حرکت کر رہے ہوتے ہیں ان سب کے نہ صرف اپنے اپنے مدار ہیں بلکہ ان کا برجوں میں گزرنے کا وقت بھی طے شدہ ہے۔سیارگان کا دوران حرکت مقررہ درجات پر ہونا اور باہمی متعین فاصلے کی توجہی تو بہر حال پوشیدہ امر ہے تاہم علم النجوم ان کے زمین کی طرف بھیجے گئے اثرات کا مطالعہ کرتا ہے۔

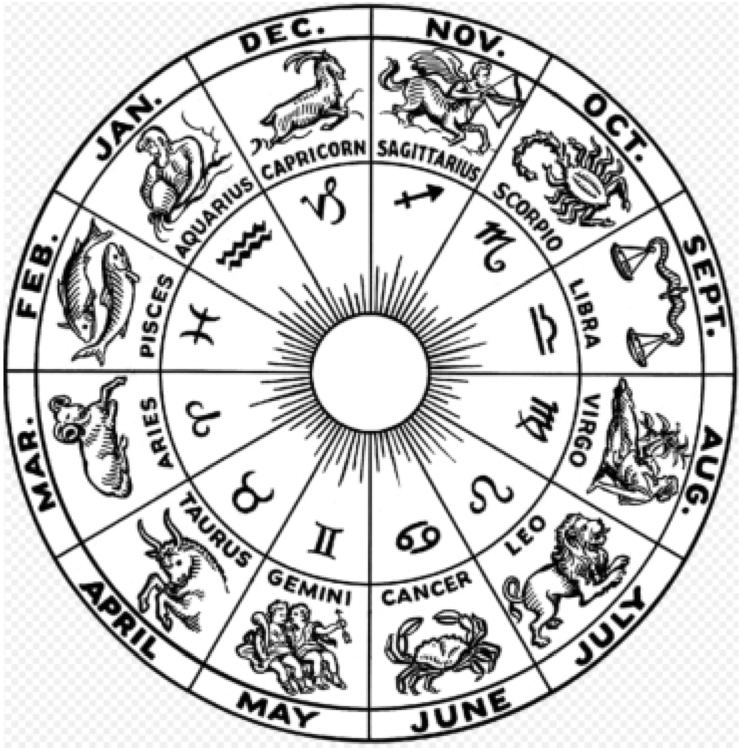

قابل ذکر بات ہے کہ ان تمام سیارگان میں سورج اور چاند ہمیشہ سیدھی طرف چلتے ہیں کہیں بھی ان کی رفتار ریورس حالت میں نہیں ہوتی۔اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ زمین بھی مسلسل ایک نامعلوم سمت میں سرک رہی ہے۔سورج ان بروج میں سے جب گزرتا ہے تو یہ ہر برج کو تقریباً 30 دن میں طے کرتا ہے۔زمین کے مسلسل سرکنے اور سورج کی گردش، دن اور رات کے بدلنے کا باعث بنتی ہے اور اس دوران

دن اور رات کا دورانیہ تبدیل ہونے کی وجہ سے دن اور رات چھوٹے بڑے ہوتے رہتے ہیں۔ زمین پر سال کے دوران ہر دن میں سورج کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے وقت میں کمی بیشی آتی رہتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے یکم جنوری کا طلوع وغروب کا وقت اور یکم جون کا طلوع وغروب کا وقت ایک واضح مثال ہے۔

یکم جنوری 2024 کو سورج طلوع ہوا 7:02am

یکم جون 2024 کو سورج طلوع ہوگا 4:57am

یکم جنوری 2024 کو سورج غروب ہوا: 5:10pm

یکم جون 2024 کو سورج غروب ہوگا 7:07am

علم النجوم کو الجبراء کے جس قاعدے کے تحت درجات پر پرکھا جاتا ہے ان 360 درجات کو صحیح طور پر ماپنے کے لیے ٹرگنومیٹری کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ سورج کے 360 درجات کا سفر تقریبا ایک سال میں گزر جاتا ہے۔ سورج کی اس گردش کو ہم زمین پر بیٹھ کر ماپتے ہیں۔ سورج کی گردش کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی قابل تحقیق ہے کہ زمین بھی مسلسل ایک نامعلوم سمت میں سرک رہی ہے جسے اسراء کا وقت کہتے ہیں یہ بات قرآن پاک میں بھی ہے۔ سورج کے طلوع وغروب کے اوقات کے لحاظ سے زمین کی 360 درجات پر جو پیمائش کی جاتی ہے اس میں

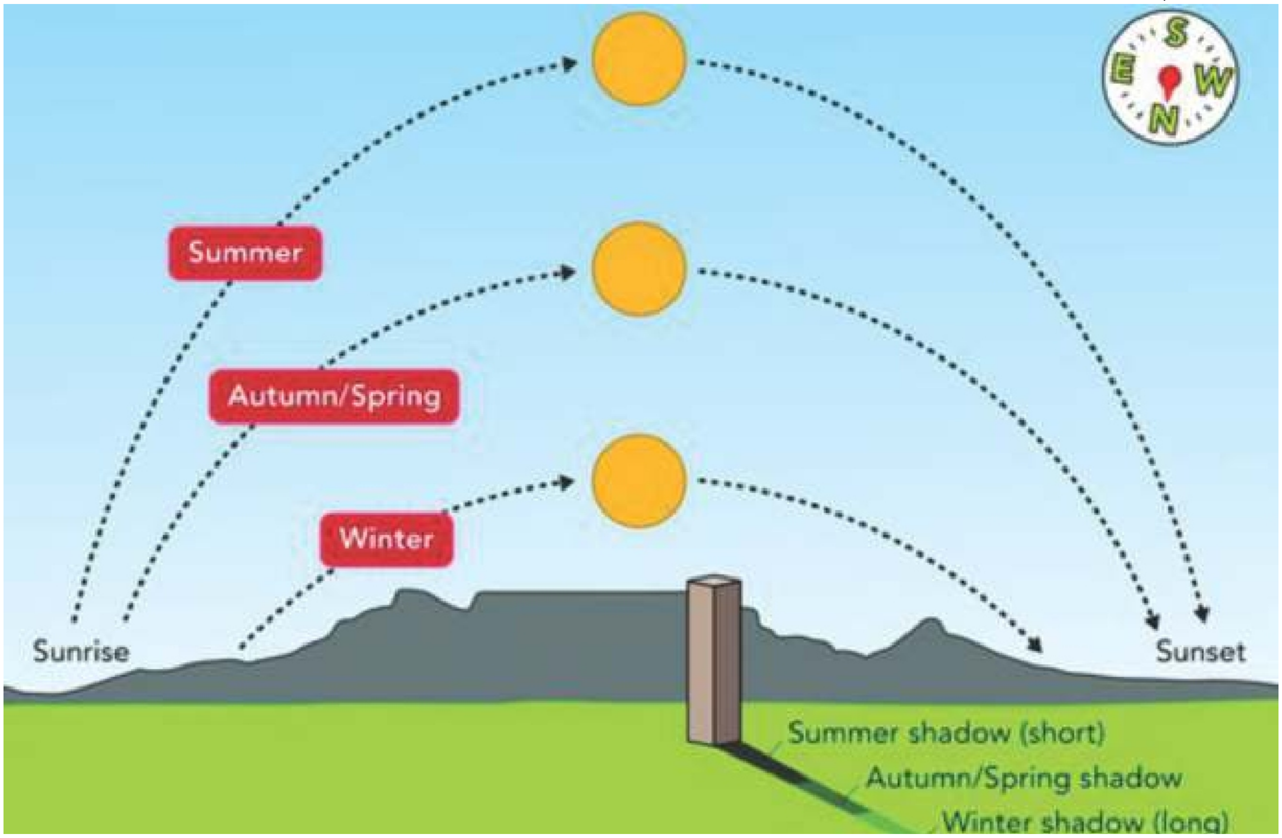

سالانہ ایرر اکٹھا ہوتا رہتا ہے۔ یہ ایرر ایک سال میں 6 گھنٹے کے برابر، دوسرے سال میں 12، تیسرے سال میں 18 گھنٹے اور چوتھے سال میں 24 گھنٹے یعنی ایک دن کے برابر ہو جاتا ہے۔ سیارگان کے سفر کی پیمائش میں درپیش اسی ایرر کے تدارک کے لیے ہر چار سال بعد کیلنڈر میں ایک دن کا اضافہ کر دیا جاتا ہے جس کو فروری کے مہینے میں 29 فروری کا نام دیا جاتا ہے۔ اور وہ سال لیپ کا سال کہلاتا ہے۔

اگر چار سال بعد ایک دن کا اضافہ نہ کیا جائے تو اسٹرولوجیکل میرمنٹ میں ستاروں کی پیمائش اور ان کی گردش کی پیمائش مکمل درست طور پر نہیں کی جا سکے گی اور اس میں غلطی کا احتمال بڑھتا جائے گا۔

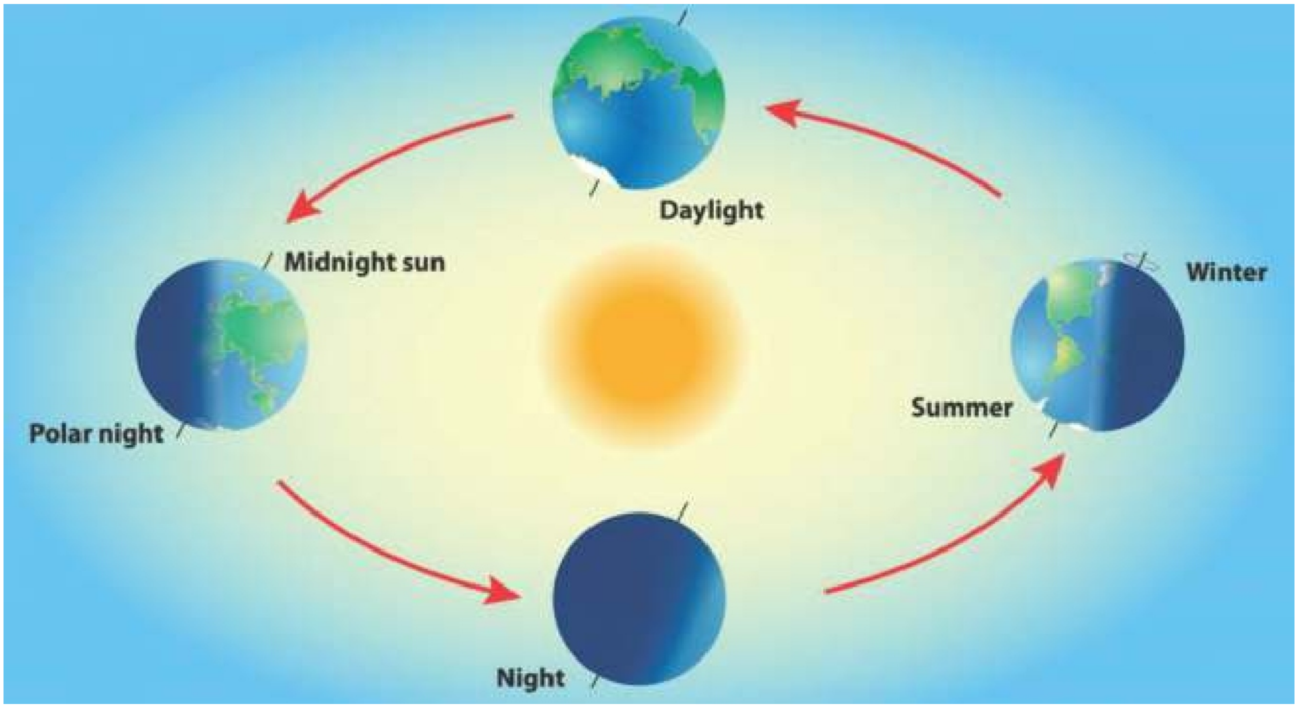

یہاں یہ امر قابل فخر ہے کہ مسلمان حساب دان البیرونی نے الجبراء کے قاعدے اور کلیہ کی بنیاد پر دنیا کا کیلنڈر درست کیا اور اس نے بہت ماہرانہ انداز میں ستاروں کے طلوع وغروب پر، ان کے اوقات اور پیمائش پر بھرپور طریقے سے ایکوریسی کے ساتھ کام کیا۔ البیرونی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی استعداد کے مالک تھے اور اپنی بے پناہ دماغی صلاحیتوں کے پیش نظر اپنے زمانے سے بہت آگے کی تحقیق کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔ بلکہ ان کا کام تو آنے والے زمانوں میں بھی تحقیق کرنے والوں کے لیے مشعل راہ رہا۔ کہا جاتا ہے کہ پنڈ دادن خان کی ایک پہاڑی پر بیٹھ کر البیرونی نے تاریخی الفاظ کہے تھے کہ جہاں میں بیٹھا ہوں یہ زمین کا قطر ہے اور آج ناسا اور سب لوگ کہتے ہیں کہ زمین کا قطر وہی ہے جہاں البیرونی نے بیٹھ کر یہ دعویٰ کیا تھا۔ البیرونی وہ عظیم سائنس دان تھا جس نے زمین کی پیمائش زمین اور اس کی گردش کے پیمائش کے لیے اس کے مختلف ماڈلز بنا رکھے تھے اور سیارگان کے مدار جس میں محو وہ گردش کرتے ہیں اس کے بھی ماڈلز بنا رکھے تھے تاکہ پیمائش بالکل

درست اور حقیقت کے عین مطابق اور کسی بھی غلطی کے احتمال کیے بغیر کی جا سکے۔ آج ناسا اپنے تمام تر جدید آلات اور تحقیق کے بعد جب زمین کی پیائش کرتا ہے تو ناسا اور البیرونی کی پیائش میں محض ایک کلومیٹر کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ البیرونی کے بارے میں ایک اور دلچسپ بات قابل ذکر ہے کہ البیرونی نے کہا تھا کہ دنیا میں ایک عدد ایسا ہے جو کبھی تقسیم نہیں ہوگا جس کی وجہ سے سیارگان کی پیائش میں کچھ غلطی کا احتمال موجود رہے گا۔ البیرونی کے مطابق وہ عدد اشاریہ تین کا ہے جبکہ آج کمپیوٹر اپنے جدید دور اور جدید سافٹ ویئرز کے ساتھ البیرونی کی دلیل کی تصدیق کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ وہ عدد اشاریہ پانچ کا ہے۔ کیا معلوم آنے والے مزید جدید دور میں مزید تحقیق کے بعد یہ معلوم ہو کہ زمین کی پیائش میں ناسا البیرونی کو تسلیم کرلے اور کمپیوٹر نا قابل تقسیم عدد کے بارے میں البیرونی کے بتائے ہوئے عدد سے متفق ہو جائے۔ بہر کیف ان تمام حوالہ جات سے یہ بات تو بڑی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو ایسے تحقیق کرنے والے دماغ دیے ہیں جو جدید ٹیکنالوجی کے بغیر بھی نظام فلکیات میں شامل تمام سیارگان کی گردش اور ان کے مدار کی پیائش اور ان کی وجہ سے گرد و پیش میں اثرات ہر سوچ بچار کر سکتے ہیں۔ جدید دور میں جدید تحقیق اور آلات کی مدد کے بعد تو ان پر غور کرنا اور اس علم کی مزید جہتیں کھولنا اور بھی آسان ہو گیا ہے۔ چار سال بعد لیپ کے سال فروری میں ایک دن کا اضافہ بظاہر ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن یہ سوچنے سمجھنے والے دماغ کو تحقیق کی دعوت دیتا ہے۔ اور موجودہ علم میں اس امر کی وجوہات بھی انسانی تحقیق کا ہی شاخسانہ ہے جس کے تحت سیارگان کی پیائش میں آنے والے کچھ مائنر ایررز کو چار سال کے بعد ایک دن پر محیط ہونے کی وجہ سے کلینڈر میں شامل کرلیا جاتا ہے تا کہ یہ سائیکل بغیر کسی غلطی کے دوبارہ شروع ہو سکے۔ یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ اہرام مصر میں ایک جگہ ایسی ہے جہاں پر انہوں نے ایک مقام پر سوراخ رکھا ہے جس میں چار سال کے بعد سورج کی روشنی اپنے سفر گردش کو مکمل کرتے ہوئے پہنچتی ہے۔ یہ اس بات کا بھی پتا دیتی ہے کہ مصر کے کاریگر الجبراء کے قواعد اور نظام فلکیات میں سیارگان کی گردش سے کس قدر واقف تھے۔ بس یہ بات ظاہر ہوئی کہ نظام فلکیات میں موجود تمام ستارے و سیارگان ایک قاعدے کلیے کے تحت اپنی گردش کو قائم کیے ہوئے ہیں اور ہر ذی شعور اور علم کی تحقیق سے شغف رکھنے والے انسان کے لیے اس میں تحقیق اور سوچنے کے لیے بہت سے مواقع موجود ہیں۔ ہر چار سال بعد لیپ کے سال میں ایک دن کا اضافہ ہی انسان کو سوچنے پہ مجبور کرتا ہے کہ اس کے پیچھے کون سی تحقیقی اور سائنسی اور حساب دانوں کی کون سی توجہات ہوں گی۔ خدا ہمیں قران کی ہدایت کے مطابق اپنے گرد و پیش کے بارے میں سوچنے سمجھنے اور تحقیق کرنے کی صلاحیت اور توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم نظام قدرت کے مخفی رازوں سے مزید فیضیاب ہو سکیں۔

گلوبل سیٹیزن اور ہماری فضاء

بینا گوئندی

ہمارے اردگرد جو کچھ ہے وہ موجود میں ہے اور موجود کائنات ہے۔ موجود کے دائرے میں دو چیزیں آتی ہیں اور وہ ہیں ''مادہ اور توانائی'' تو گویا کائنات ان دونوں کی شراکت ہے۔ توانائی اور مادے کی اس شراکت داری سے بہت کچھ وجود میں آیا۔ 'اجرام فلکی' اور ان کے مابین فضائیں یہ سب ایک منظّم اور منظبط فضاء میں تیر رہے ہیں۔ ہماری زمین ہمارا گھر ہے۔ ہمارے نظام شمسی میں حیات کا واحد خزینہ اس کی انفرادیت کو بڑھاتا ہے۔ زندگی کی امکانی صورت اس کی فضا ہے جس میں موجود گیسیں یہ ممکن بناتی ہیں۔ شناخت کا مسئلہ مادے کے خمیر میں گوندھا ہوا ہے۔ ہر جاندار اور بے جان شے کو اپنے ہونے پر ناز ہے اور وہ زندگی اور موت کے احساس کو بھی زندہ رکھنا چاہتی ہے۔ انسان کی ترقی اس کے ماحول کے گہرے تعلق سے وابستہ ہے۔ ترقی صرف ماحول میں نہیں بلکہ اس کی پائیداری اور توازن میں ہے۔

سوسالہ سائنسی ترقی نے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا ہے۔ سائنس کے پاس جانا نہیں پڑتا وہ تو خود ہم تک پہنچ جاتی ہے۔ دراصل آگہی کے اس سفر میں اقلیت کی بنیاد پر سائنس اور ٹیکنالوجی کی دنیا کا راج ہو گیا ہے۔ اب انسان سوشلسٹ سے عالمگیریت (Globalization) کے

ورلڈسسٹم میں زندگی بسر کررہا ہے۔ بڑے چھوٹے ،ترقی یافتہ اور پسماندہ سب کے دکھ سکھ سانجھے ہیں ۔ہماری ہوافضااورخون کا رنگ بھی ایک ہے ۔اخر کیوں"Artificial Intelligence" کے اس دور میں انسان خوف میں مبتلا ہو گیا ہے۔اور خوف بھی کسی اور سے نہیں اپنی کارکردگی اور سرگرمیوں سے ہے جوایک ایک کر کے ہمارے اعمال کے نتائج کی صورت میں ظاہر ہورہا ہے۔

خدااس کائنات کے ذرے ذرے کواپنے حکم سے چلارہا ہے۔یہ دنیااس نے ایک باقاعدہ نظام سے ترتیب دی مگرانسان نے سیلف میڈ (Self Made) نظام کے تحت دنیا چلانے کی کوشش کی۔جس کے نتیجے میں"Artificial Intelligence" تو بن گئی مگراس نے اپنے قدرتی ماحول میں توازن کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔کائنات کے نظام میں انسان کی بے جا دخل اندازی نے اس کوتباہی کے راستے پرگامزن کر دیا ہے۔ہمارا ماحول ایک اشترا کی نعمت ہے۔اس میں موجود سب جاندار اور بے جان ایک خودکار متوازن نظام کے تحت رہتے ہیں۔انسان نے اس ماحول کوصرف ''میرا ماحول'' سمجھ کرمفاداور لالچ کی خاطر وسائل کا بے احتیاطی سے استعمال کیا ہے۔آٹھویں صدی کے صنعتی انقلاب کے ساتھ انسان جدید دنیا(Modernism) میں داخل ہونے لگا۔ترقی کی دوڑ میں انسان جہاں پرتہذیبی اخلاقی رویوں میں کمزور پڑنے لگا وہیں پراس نے قدرتی ماحول میں بگاڑ پیدا کر دیا۔متوازی ماحول کے لیے قدرتی وسائل اور آبادی میں توازن بنیادی شرط ہے۔گزشتہ دوصدیوں سے انسان کا دیہی علاقوں سے شہروں کی طرف منتقل ہونے کا ایک ریکارڈ قائم ہوا ہے۔انسان کے رہن سہن اور ماحول میں تیزی سے تبدیلی آئی آسائشوں کی تلاشی میں سرگرداں انسان نے گرمی میں آبادی میں بیماریوں میں کے ساتھ ساتھ ذہنی بے سکونی میں بھی اضافہ کیا ہے۔

ماحول کا سفر ماں کے پیٹ سے شروع ہوتا ہے۔ماں جو کھائے گی بچے کی صحت اورنشوونما پراس کا براہ راست اثر پڑتا ہے۔اچھی یعنی ''زرخیز مٹی'' انسان کو اچھے خوراک مہیا کرتی ہے۔سورج کے آلودگی ہمارے جسم کی آلودگی ہے۔بنجر زمینیں بنجر انسان اور زرخیز زمین زرخیز انسان پیدا کرتی ہیں۔

سائنس کا علم سائنس دانوں کا نہیں خدا کے نظام کو سمجھنے اوراس نظام کی بدولت بہتر سے بہتر نتائج نکالنا ہے۔یہ انسانی جیت نہیں بلکہ شعور کی سطح کو بلند کرنا اوراپنی صلاحیتوں کے استعمال سے قدرت کی صلاحیتوں کو سمجھنا ہے۔تب ہی تو جینیٹک انجینئرنگ اور کلوننگ نے سائنسی تحقیق اورانسانی فلاح کے میدان میں گراں قدر فوائد حاصل کیے گئے ہیں۔مذہبی رہنماؤں کے ساتھ ساتھ دیگر عوامی حلقوں میں بھی مجموعی اور خصوصی انسانی کلوننگ کے بارے میں تحفظات تھے اور ہیں۔

ہماری زندگیاں ماحول دوست ہوں تو بائیوٹیکنالوجی ،سائبرٹیکنالوجی اور دنیا کے کسی بھی نئے پہلوؤں کے تسخیر یا سیاروں ،ستاروں اور چاندسورج کے سفر ہمارے لیے زحمت نہیں رحمت بن سکتے ہیں۔آج کا انسان دلوں پر نہیں ماحول پر حکومت کر رہا ہے۔ایجاد کی حیثیت ہماری کھوئی ہوئی یا نظرانداز شے کے ملنے کے برابر ہے۔تب ہی تو انسان موجود کی کھوج میں رہتا ہے۔سلسلہ وار ایجادات عام سطح پرفہم اور شعور کو بلند

کرنے میں مددگار ثابت ہو رہی ہیں۔مگر ہم اپنے اصل ماحول میں ان نئی نئی ایجادات کا اضافہ کرنے سے پہلے اس کے معتدل استعمال یا متوازن ماحول دوست پہلو کو فراموش کر دیتے ہیں۔یوں اس سرمایہ دارانہ صنعتی ماحول میں 'سپر پاور' کی دوڑ میں ''معصوم سائنسدان'' جو فلاح کے سفر پر گامزن ہوتا ہے؛اس کی تحقیق تجربے اور ایجاد وبال جان بھی بن جاتی ہے۔توازن ماحول کی بگڑنے کا ہو یا ذہن کا اس کے اثرات مضر ہی ہوتے ہیں۔تب ہی تو آج پانی زمین اور فضاء کی آلودگی جیسے گھمبیر مسائل میں انسان مکمل گھر کر رہ گیا ہے۔ماحولیاتی تبدیلیاں اب ماحولیاتی تباہ کاریوں میں بدل رہی ہیں۔درجہ حرارت میں اضافہ ''گلوبل وارمنگ'' اور گرین ہاؤس گیسز کی کثرت سے پورے کرۂ ارض پر گرمی کی شدت میں دوطرفہ اضافہ ہو رہا ہے۔

توبہ، آگہی اور وصل میں کچھ خاص فرق نہیں۔بس ہر ایک صورت میں ملنے کی آرزو پوشیدہ ہے۔معاشروں کی تکمیل نو سے ہم بے شمار خوف میں مبتلا ہیں۔ایک خوف اپنے اعمال کا عبرت کا خوف ہے اور دوسرا ملنے والی رعایات کا بے جا استعمال ہے۔ایسے میں صرف توبہ ہی کا راستہ ہے جو اندر اور باہر کے قدرتی ماحول اور سکون کو بحال کر سکتا ہے۔یعنی ہمیں اپنی کارکردگیوں اور سرگرمیوں میں مثبت رویوں کو اپنانا اور گزشتہ پر پشیمان ہونا دراصل ''توبہ'' ہے۔اگر ہم لکڑی کے لیے ایک درخت کاٹتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اس کی جگہ دو نئے پودے لگائیں. بالکل ایسے جس طرح انسان مر جائیں اور انسان کے نشونما اور افزائش بند ہو جائے تو دنیا میں انسان نہ پیدا ہونا شروع ہو جائیں گے جب کہ ابھی تو اس کے برعکس ہو رہا ہے کہ آبادی میں بے انتہا اضافہ اور درختوں کو بھی بے انتہا کاٹا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے قدرتی ماحول کا توازن بگڑ کر رہ گیا ہے۔

گاڑیوں کے استعمال پر پابندی نہیں بلکہ شمسی توانائی کا استعمال لازمی ہونا چاہیے۔یعنی ایندھن کی بجائے شمسی توانائی، بجلی گھاس اور ردی سے پیدا کردہ پیٹرول سے گاڑیاں چلانا ایک بہتر حل ہے۔

کسی بھی قسم کی غیر ضروری آواز جو ماحول پر اثر انداز ہو وہ 'شور' کہلاتی ہے۔ ہمارے گھروں یا دفتروں میں کوئی ہو یا نہ ہو مگر ان مشینوں اور آلات کے شور نے ادھر ایک اپنا سا ماحول بنایا ہوا ہے۔دل کی دھڑکن جو آج کے شور زدہ ماحول میں سن نہیں سکتے وہ بھی ایک مسلسل اور متوازن آواز سے چلتی ہے۔اس میں غیر ضروری اضافہ یا کمی کسی خطرے کی علامت ہوتی ہے۔ ہمارے گھر بڑے اور دل چھوٹے ہیں۔ہم زیادہ سے زیادہ اشیاء کو اکٹھا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔دراصل ہم کوڑوں کے ملبے اکٹھے کر رہے ہوتے ہیں۔بعض اوقات تو ہمیں ان اشیاء کو استعمال کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔

'Time is money' بینجمن فرینکلن نے درست کہا مگر آج کا دور تو پلاسٹک منی کا دور ہے۔گویا ہمارے وقت کی گھڑیاں بھی پلاسٹک کی بنی ہیں۔اندازہ لگائیں کہ پلاسٹک کی ایجاد نے انسان اور اس کے ماحول پر قبضہ کر لیا ہے۔مٹی کے اندر سمندروں کے پانیوں، میں جہازوں کے پرزوں میں، ہماری آنکھوں کے مسکارے تک ہر شے میں اس کا استعمال ہو رہا ہے۔الغرض ہم حساسیت کے اعتبار سے خود بھی پلاسٹک کے بن چکے ہیں۔ پٹرولیم سے بننے والا پلاسٹک اور اس کے مصنوعات نہ حل پذیر ہونے کی وجہ سے ایک سو سال سے بھی زائد عرصہ تک ہمارے ماحول میں موجود رہتا ہے۔اس کی موجودگی ہمارے قدرتی ماحول کے توازن کو بگاڑنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

بائیوٹیکنالوجی میں صرف سائنس کے میدان میں ہی نہیں بلکہ دیگر جانداروں سے بڑھ کر انسانوں کی زندگیوں میں تہلکہ مچا دیا ہے۔قائم مقام ماں(Surrogative Mom) سے لے کر'' ٹیسٹ ٹیوب بے بی' اب تو'' جینوم بے بی'' بھی بننے لگے ہیں۔دیگر جانداروں میں کلوننگ کو برداشت کیا گیا مگر انسانی کلوننگ (مماثل انسان) انسان میں مذہبی رہنماؤں کے علاوہ عوامی حلقوں میں بھی اس کے تحفظات محفوظ ہیں۔اس لیے اس کو ہر صورت روکنے میں ہی انسانی بقا کی ضمانت ہے۔کیا ہم چاہتے ہیں کہ ایک ایسا وقت آئے جب ساری دنیا کے انسان ہم شکل ہوں اور ان کی ظاہری شکل (Pheno Type) کی وجہ سے پہچان نہ ہو سکے۔

اس موضوع پر قلم اٹھانا میں نے اپنا اولین فرض سمجھا۔تب ہی تو عرصہ دراز سے اس کے بارے میں مختلف کالم اور مضامین تحریر کیے۔

ڈائریکٹر جنرل، اردو سائنس بورڈ جناب ڈاکٹر ناصر عباس نیّر کی بہت ممنون ہوں کہ جن کی خصوصی دلچسپی کی بدولت اس اہم عالمی مسئلے'' آلودگی'' پر'' آگہی اور حل'' کے بارے میں ایک جامع اور مفصل تحقیق، تفصیل اور تجاویز پر مشتمل دستاویز کتابی شکل میں بھی موجود ہے۔

اس مسئلے کا حل فوری نوعیت اور طویل المدت ہے۔آج کا نعرہ انسانی حقوق کے ساتھ ساتھ جانداروں اور غیر جانداروں کے لیے ہے۔ہم'' کلین گرین انرجی'' اور'' ری نیو ایبل انرجی'' کو سمجھیں اور استعمال کریں۔سائیکل چلا کر پیدل چل کر گلوبل وارمنگ کو کم کریں۔

سموگ میں کمی کے لیے اپنی لائف سٹائل کو سادہ بنائیں اور کم سے کم اشیاء کی خریداری کریں۔

کچرا تو فضاء میں اڑ رہا ہے: نظر نہیں آ رہا مگر ہمیں مار رہا ہے۔ ہمارے ماحول کو جس میں ہم بھی شامل ہیں بدل رہا ہے، تباہ ہو رہا ہے۔ ہمارے گھروں کے اندر ہے "Indoor Pollution" ہے تو باہر "Out door Pollution" ہے۔ یہ تمام آلودگیاں سب مل کر ایک بڑی آلودگی کو جنم دیتی ہیں۔ ایسے میں "نئی سماجی ارتقائی تھیوری" جنم لے رہی ہے جس میں ہماری مجموعی ساکھ اور معیاری قدریں اس قدر متاثر ہو رہی ہیں کہ انسان اپنی ارتقائی منازل سے گزرتا ہوا یہ اندیشہ کرتا ہے کہ وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ جائے گا جہاں پر ایک اندھا بہرا، بے حرکت، ذہنی صلاحیتوں سے فارغ ہو اور ایک بے سدھ جسم کی مانند نظر آنے لگے گا۔

یہ ماحول میرا نہیں، ہمارا ہے۔

آیئے مل کر ماحول صاف کریں۔

ہمیں اپنے طور پر اپنا فرض ادا کرنا ہے۔

ہمیں اپنا ماحول صاف کرنا ہے۔

یہ میرا نہیں ہم سب کا ماحول ہے، ہم سب کا کچرا ہے۔

ہم نے صرف اپنا ملک نہیں اپنی زمین کو بھی صاف کرنا ہے۔

ریکوڈک پراجیکٹ۔ پاکستان کی ترقی وخوشحالی کو کھود نکالنے کا منصوبہ

افشین اختر

سونے اورتانبے کے ذخائر پر مشتمل ریکوڈک پروجیکٹ" پاکستان کا ایک ایسا قدرتی وسیلہ ہے جوملکی خوشحالی اور بے پناہ ترقی کا زینہ ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ منصوبہ پاکستان کی آئندہ سوسالہ ترقی وخوشحالی کے لئے کافی ہے۔تازہ ترین تخمینے کے مطابق منصوبے کی بدولت پاکستان کومجموعی طور پر سالانہ 14 سے 20 بلین ڈالرآمدن متوقع ہے۔ یہ قیمت آئیندہ سالوں میں عالمی سطح پر تانبےاورسونے کی قیمتوں میں اضافے کی بنیاد پر کم یا زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔اس منصوبے کی عمر 40 سال طے کی گئی ہے۔علاوہ ازیں اس منصوبے کی بدولت مقامی طور پر روزگار کے بے تحاشا مواقع بھی میسر آئینگے جوملکی ترقی اور خوشحالی کو کئی گنا بڑھادینگے۔

آیئے پہلے سمجھتے ہیں کہ ریکوڈک پراجیکٹ ہے کیا۔مختصراً یہ کہ صوبہ بلوچستان کے دور دراز علاقے میں ایک عالمی معیار کے تانبےاور سونے کی کان تیار ہورہی ہے۔جو کہ دنیا کے سب سے بڑے غیر ترقی یافتہ تانبے سونے کی کانوں میں سے ایک ہے، ریکوڈک کا 50 فیصد

کینیڈین کمپنی بیرک کے پاس ہے،25 فیصد تین وفاقی سرکاری اداروں کے پاس ہے،15 فیصد صوبہ بلوچستان کے پاس ہے۔جبکہ بلوچستان کو10 فیصد مزید بھی ملے گا۔بلوچستان کی فری کیری کی بنیاد پر ریکوڈک پراجیکٹ کی تشکیل نو دسمبر2022 میں مکمل کی گئی تھی۔ریکوڈک کو عالمی معیار کی طویل زندگی کی کان میں ترقی دینے کا ایک اہم قدم ہے جو بیرک کے تزویراتی طور پر اہم تانبے کے پورٹ فولیو کو کافی حد تک وسعت

دے گا اور اس کے پاکستانی اسٹیک ہولڈرز کونسلوں تک فائدہ پہنچائے گا۔بیرک اب اس منصوبے کی2010 کی فزیبلٹی اور2011 کی فزیبلٹی ایکسپینشن اسٹڈیز کو اپ ڈیٹ کر رہا ہے۔اسے رواں سال2024 تک مکمل ہونا ہے۔2028 کو پہلی پیداوار کا ہدف دیا گیا ہے۔پروجیکٹ کا دائرہ کار یہ ہے کہ ریکوڈک کوٹرک اور بیلیچے کے کھلے گڑھے کے آپریشن کے طور پر کم ازکم40 سال کی زندگی گزارنے کی امید ہے جس میں پروسیسنگ کی سہولیات اعلیٰ معیار کے تانبے اور سونے کا کنسنٹریٹ تیار کرتی ہیں۔80 ملین ٹن سالانہ کی مشترکہ صلاحیت کے ساتھ دو مرحلوں میں تعمیر متوقع ہے۔امید ہے کہ اسے دو مرحلوں میں تعمیر کیا جائے گا جسکی مشترکہ پروسیسنگ کی صلاحیت80 ملین ٹن سالانہ ہوگی۔بلوچستان اور پاکستان کے لیے اہم اور دیرپا معاشی اور سماجی فوائد کے ساتھ ریکوڈک پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرے گا جس کے پسماندہ صوبے بلوچستان پر حتمی تبدیلی کے اثرات مرتب ہوں گے جہاں اس سے حاصل ہونے والے معاشی فوائد کے علاوہ یہ کان روزگار

کے بے شمار مواقع بھی پیدا کرے گی، علاقائی معیشت کی ترقی کو فروغ دے گی۔ ترقیاتی پروگراموں میں سرمایہ کاری کی جائیگی۔ کان میں صوبے کی دلچسپی کو مکمل طور پر فنڈ دیا جائے گا، جس کا مطلب ہے کہ بلوچستان اپنی تعمیر اور آپریشن میں مالی تعاون کیے بغیر اپنے 25 فیصد شیئر ہولڈنگ کے منافع، رائلٹی اور دیگر فوائد حاصل کرے گا۔ چوٹی کی تعمیر کے دوران اس منصوبے میں 7,500 افراد کو ملازمت دینے کی توقع ہے، اور ایک بار پیداوار میں، یہ تقریباً 4000 طویل مدتی ملازمتیں پیدا کرے گا۔ سپریم کورٹ کی جانب سے ضلع چاغی میں واقع سائٹ پر کان کنی شروع کرنے کی منظوری کے بعد وفاقی اور بلوچستان حکومتوں نے 16 دسمبر کو کینیڈین بزنس کمپنی بیرک گولڈ کے ساتھ ریکوڈک پر ایک معاہدہ کیا۔ Barrick دنیا بھر میں اپنے آپریشنز میں مقامی لوگوں اور میزبان ملک کے شہریوں کے روزگار کو ترجیح دیتا ہے۔ ریکوڈک پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرے گا جس کے پسماندہ صوبے بلوچستان پر بڑی گہری تبدیلی کے اثرات مرتب ہوں گے جہاں اس سے حاصل ہونے والے معاشی فوائد کے علاوہ یہ کان روزگار کے مواقع بھی پیدا کرے گی، علاقائی معیشت کی ترقی کو فروغ ملے گا۔ تاہم ایک مرحلے

پر ریکوڈک ڈیل بالآخر بند ہوگئی تھی۔ بیرک گولڈ کارپوریشن نے سپریم کورٹ آف پاکستان سے سازگار فیصلہ حاصل کرنے اور ضروری قوانین بنائے جانے کے بعد اعلان کیا ہے کہ اس نے ریکوڈک پراجیکٹ پر تشکیل نو مکمل کر لی ہے۔ بیرک کے صدر اور چیف ایگزیکٹیو مارک برسٹو کے مطابق قانونی طریقہ کار کا مرحلہ ریکوڈک کو ایک عالمی معیار کی طویل زندگی کی کان میں ترقی دینے کے لیے ایک اہم قدم تھا۔ بیرک نے اپنی پریس ریلیز میں کہا کہ، "ہم اس بات کو یقینی بنا رہے ہیں کہ بلوچستان اور اس کے عوام جلد ہی ان فوائد کو دیکھیں گے۔ رواں سال کے آغاز سے، Barrick صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، پیشہ ورانہ تربیت، خوراک کی حفاظت اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی کو ترجیح دیتے ہوئے سماجی ترقی

کے متعدد پروگراموں کو نافذ کرنے کا پابند ہے۔ فزیبلٹی اور تعمیراتی مدت کے دوران ان میں ہماری سرمایہ کاری تقریباً 70 ملین ڈالر متوقع ہے۔ اس کے علاوہ، ریکوڈک کمرشل پیداوار شروع ہونے تک بلوچستان کی حکومت کو 50 ملین ڈالر تک کی رائلٹی پیش کرے گا۔ عارف حبیب لمیٹڈ کی رپورٹ ''ریوائیول آف ریکوڈک پروجیکٹ'' کے فراہم کردہ اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہوئے، اس پروجیکٹ کی گنجائش اور کمائی کم از کم اور صحیح طور پر ''دی ہوم رن'' کے ذیلی عنوان کے طور پر بہت زیادہ ہے۔ اس منصوبے کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جس کی کل متوقع سرمایہ کاری لاگت 7 بلین ڈالر ہے، جس کے پہلے مرحلے میں 4 بلین ڈالر اور دوسرے مرحلے کے لیے 3 بلین ڈالر کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ، پروجیکٹ کی کل داخلے کی رقم 2.2 بلین ڈالر ہے، جس سے پورے پروجیکٹ کا حجم 9 سے 10 بلین ڈالر ہو گیا ہے۔ پہلے دس سالوں میں تانبے کی سالانہ پیداوار 650 اور 700 ملین پاؤنڈ سالانہ کے درمیان ہونے کا تخمینہ لگایا گیا ہے، جو کہ دوسرا مرحلہ مکمل ہونے پر 800 سے 850 ملین پاؤنڈ سالانہ تک بڑھ جائے گی۔ مزید برآں، سونے کی پیداوار 450,000 سے 500,000 اونس تک بڑھنے سے پہلے پہلے دس سالوں (پہلے مرحلے) کے لیے سالانہ بنیادوں پر 300,000 سے 350,000 اونس ہونے کا تخمینہ ہے۔

منصوبہ بندی کی توسیع کے بعد پراجیکٹ کی مجموعی قیمت کا اندازہ لگانے کے لیے ہم سونے اور تانبے دونوں کی قیمتوں کا مستقل تعین کریں گے، پچھلے دس سالوں کے دوران ان اشیاء کی اوسط قیمت کے حساب سے ہوگا۔ اس طرح اس منصوبے کے پہلے مرحلے میں حکومت کے لیے صرف ابتدائی 10 سالوں میں 14 بلین ڈالر کا تخمینہ ہوگا۔ آمدنی کے اہم حصے پر کاپر کی فروخت کا غلبہ ہوگا اور پہلے مرحلے میں آمدنی کا 83.25 فیصد یا 11.67 بلین ڈالر ہوگا، جب کہ سونے کا باقی 16.75 فیصد یا 2.35 بلین ڈالر رہوگا۔ اسی طرح دوسرے مرحلے کے لیے تصور کی گئی توسیع کے ساتھ کان کی پیداوار میں اضافہ ہوگا، اور اس کے ساتھ حاصل ہونے والی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ دوسرے مرحلے کے دوران 62 بلین ڈالر کی جمع شدہ آمدنی متوقع ہے جس کی مدت مقررہ 35 سال ہے۔ آمدنی کے مرکب کے لحاظ سے، کاپر دوبارہ اس معاملے میں 80.6 فیصد یا 49.9 بلین ڈالر کی آمدنی کا بڑا حصہ بنائے گا۔ جبکہ سونے کی کان کنی دوسرے مرحلے میں متوقع کل آمدنی کا 19.4 فیصد یا 12 بلین ڈالر ہوگی۔ اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان پہلے مرحلے کے دوران سالانہ اوسطاً 1.4 بلین ڈالر اور اس منصوبے کے دوسرے مرحلے کے دوران اگلے 35 سالوں میں مزید 1.7 بلین ڈالر کمانے کے قابل ہوگی۔ یہ اگلے 45-50 سالوں میں مجموعی طور پر 76 بلین ڈالر کی رقم ہوگی۔ اگرچہ یہ تخمینے اور حسابات ریکوڈک کے ذریعہ متوقع مانیٹری ریٹرن کی ایک سادہ سی تفہیم فراہم کرتے ہیں، تاہم یہ ابھی بھی تخمینہ ہیں۔ تعداد میں کمی کو برقرار رکھنے کے لیے اٹھائے گئے تحفظات بین الاقوامی منڈی میں تانبے اور سونے کی متغیر قیمت کے ساتھ ساتھ دیگر بالواسطہ اور براہ راست عوامل کو بھی مدنظر نہیں رکھتے۔ ایک اہم تشویش جس پر ابھی بھی توجہ کی ضرورت ہے وہ اس میگا پروجیکٹ کا لاجسٹک پہلو ہے، پراجیکٹ سائٹ کے دور دراز ہونے کو دیکھتے ہوئے، اور اس کے نتیجے میں اس کو قابل عمل پروجیکٹ بنانے کے لیے درکار لاجسٹکس کو مزید

تیار کرنا ہوگا۔ چاغی میں واقع سینڈک چاندی کی کان کی مثال لیتے ہوئے، کان سے نکالے جانے والے چاندی کی کمپاونڈ کو ٹرکوں کے ذریعے سائٹ سے 1,127 کلومیٹر دور کراچی کی بندرگاہ تک پہنچانا پڑتا ہے۔ یہ بالکل مضحکہ خیز ہے، کیونکہ ٹرکوں کے استعمال سے منسلک اخراجات منصوبے کی نچلی لائن اور مجموعی فزیبلٹی پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔ اگر ایسا ہی منصوبہ ریکوڈک کے لیے میز پر ہے تو بیرک اور حکومت کا مارجن نمایاں طور پر کم ہوجائے گا۔

اکتوبر 2007 میں Behre Dolbear کی طرف سے شائع ہونے والی ریکوڈک سے متعلق رسک اسسمنٹ رپورٹ میں پانی کو پروجیکٹ کے ''انتہائی نازک'' مسئلے کے طور پر اجاگر کیا گیا تھا، اور پاکستان نے پانی کی فراہمی کو یقینی بنانے کی فزیبلٹی کا جائزہ لیتے ہوئے ICSID کی سماعتوں کے دوران اس پر روشنی ڈالی تھی۔ پانی عام طور پر کان کنی میں ایسک پر کارروائی کرنے اور مٹی کو کم کرنے کے لیے کان کی سڑکوں کو پانی دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ آبی ذخائر، سطح کا پانی، اور یہاں تک کہ خود کان سے پانی، بشرطیکہ کان فعال طور پر پانی سے خالی ہو، کان کنی کے لیے پانی کے تمام ممکنہ ذرائع ہیں۔

قدرتی طور پر سائٹ کے محل وقوع کے دور دراز ہونے کی وجہ سے، بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور کان کنی کے کاموں کے لیے اگلے 45 سالوں کے لیے پانی کے پائیدار ذرائع کی تعمیر ایک چیلنج ہے۔ مزید چیلنج یہ ہے کہ ماضی میں ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے منصوبوں اور قابل رحم حکومتی نگرانی میں سرمایہ کاروں کو بہت کم تعاون حاصل رہا ہے۔

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/-	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	150/-	$-05
3	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	350/-	$-17
4	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	350/-	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/-	$-17
6	قائداعظم کے سنہری اقوال	انگریزی	100/-	$-04
7	اقوال قائد (پیپر بیک)	انگریزی	50/-	$-03
8	قائداعظم کے بانی محمد علی جناح	انگریزی	400/-	$-15
9	جناح اور ان کا دور (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/-	$-10
10	مادر ملت سرمایہ ملت	اردو	250/-	$-10
11	مادر ملت تصوری البم	اردو	250/-	$-10
12	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	200/-	$-04
13	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2006ء (چھ جلدیں)	انگریزی	450/-	$-17
14	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2006ء (پیپر بیک) (چھ جلدیں)	انگریزی	400/-	$-15
15	پاکستان دستکاریاں	انگریزی	250/-	
16	پاکستان، بنیادی حقائق	انگریزی	50/-	$-02
17	اُبھرتا پاکستان ایک طاہرانہ نظر	انگریزی	2000/-	$-120
18	پاکستان۔فرام ماؤنٹینیز ٹو سی (محمد امین۔ڈنکن ویلٹس۔گراہم بینکاک)	انگریزی	1000/-	$-20
19	پاکستان چینی مصوروں کی نظر میں (ین پنگ اینڈ ژوہوا)	انگریزی۔عربی۔فرانسیسی۔چینی	500/-	$-20
20	انڈس فیسز اینڈ ہولڈز	انگریزی	2500/-	$-125
21	چھ شہروں کے کتابچے	انگریزی	60/-	
22	دلفریب جھیلیں	انگریزی	200/-	$-12
23	ٹرک آرٹ	انگریزی	200/-	$-08
24	گندھارا آرٹ اِن پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/-	$-04
25	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/-	$-04
26	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/-	$-01
27	وحدت افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/-	$-04
28	رحمت کا فرشتہ (عبدالستار ایدھی)	انگریزی	615/-	$-50
29	ماہِ نو غالب (سپیشل ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
30	ماہِ نو اقبال (سپیشل ایڈیشن)	اردو	350/-	$-17
31	ماہِ نو قائداعظم (سپیشل ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
32	ماہِ نو بیادِ فیض (سپیشل ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
33	ماہِ نو احمد فراز (سپیشل ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
34	ماہِ نو احمد ندیم قاسمی (سپیشل ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
35	ماہِ نو جالب نمبر (سپیشل ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
36	ماہِ نو جوش (سپیشل ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
37	ماہِ نو انتخاب والیم (سپیشل ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
38	ماہِ نو انتخاب 2018ء (سپیشل ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
39	ماہِ نو سرسید احمد خان (سپیشل ایڈیشن)	اردو	400/-	$-15
40	ماہِ نو منو بھائی (سپیشل ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
41	ماہِ نو (ماہنامہ) (گذشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمار	
42	ماہِ نو (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
43	پاک جمہوریت (ارفع کریم) (سپیشل ایڈیشن)	اردو	10/-	
44	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (گذشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
45	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
46	پاکستان پکٹوریل	انگریزی	200/-	$-120

رابطہ برائے خریداری

مینجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، بی۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-9252182 فیکس: 051-9252176

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، اسلام آباد

ریجنل آفس: 291اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور۔